بہرام مرزا صفوی

از

جناب ڈاکٹر قاضی محمد ابراہیم صاحب ایم۔اے۔بی ٹی پی ایچ۔ڈی
(" شعبۂ فارسی واسلامک کلچر" اسماعیل یوسف کالج۔جوگیشوری (بمبئی))

صفوی شہزادوں میں بہرام مرزا خاص شہرت کا مالک ہے۔بہرام مرزا شاہ اسماعیل صفوی کا لڑکا تھا۔شاہ اسماعیل کے چاروں لڑکے طہماسپ، سام، مرزا، القاص مرزا اور بہرام مرزا ادب سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ان میں ادبی ذوق کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ادب دوست ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شہزادے شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے بلکہ خود شاعر بھی تھے اور شاعر نواز بھی شاعروں کی ہمت افزائی میں انھوں نے بہت فراخ دلی سے کام لیا ان شہزادوں کے اشعار اکثر تذکروں کے اوراق مزین کئے ہوئے ہیں؛ ذیل کی رباعی شاہ طہماسپ نے بیس سال کی عمر میں لکھی تھی:

یک چندپی زمرد سودہ شدیم　　یک چند بیاقوت تر آلودہ شدیم
آلودگی بود بہر رنگ کہ بود　　شستیم بآب توبہ آسودہ شدیم[1]

ذیل کے اشعار سام مرزا صفوی کے ہیں:

۱۔ حاصل عمر نثار رہ یاری کردم　　شادم از زندگی خویش کہ کاری کردم[2]
۲۔ معشوقہ چو عشوہ دلاویز کند　　عاشق ز بلا چگونہ پرہیز کند
بادست نصیحت کساں درکوشم　　اما بادیکہ آتشم تیز کند[3]

القاص مرزا صفوی بھی شعر و شاعری کا دلدادہ تھا اور اپنے فرصت کے لمحوں کو شعر و شاعری کی نذر کرتا۔ذیل کے اشعار جنہیں لطف علی بیگ آذر نے اپنے تذکرے آتشکدہ میں

---

[1] تذکرۂ طہماسپ ص ۳۰ [2] تحفۂ سامی ص ۱۹۱ [3] آتشکدہ ص۱۸

نقل کیا ہے اسی شہزادے کے ہیں:

۱- منم کہ نیست مرادر جہاں نظیر و ہمال — بر زمِ دشمن جانم بزم دشمن مال[1]

۲- در پردہ بکرگ نفس یار یم ہمہ — چوں شیر درندہ در شکاریم ہمہ

چو پردہ ز روی کارہا برخیزد — معلوم شود کہ درچہ کاریم ہمہ[2]

بہرام مرزا ۹۲۳ھ میں پیدا ہوا۔ مورخین اور تذکرہ نگار اس کی تاریخ ولادت کے متعلق خاموش ہیں۔ البتہ صاحب احسن التواریخ کی ذیل کی تحریر سے اس کی ولادت کے متعلق تھوڑی معلومات ملتی ہے۔ حسن روملو جو اس تاریخ کا مصنف ہے دورانِ تحریر میں لکھتا ہے کہ "بہرام مرزا نے بروز جمعہ ۱۹ ر رمضان ۹۵۶ھ میں وفات پائی" مورخ مزید رقمطراز ہے کہ بہرام مرزا کی عمر اس وقت ۳۳ سال کی تھی چنانچہ مورخ کا یہ بیان بہرام مرزا کی تاریخ ولادت معلوم کرنے میں بہت مفید ہے

"دریں سال (۹۵۶) بہرام مرزا برادر شاہ دین پناہ در جمعہ نوزدہم رمضان بریں خلد شتافت نعش او را بمشہد مقدس بردند و در انجا دفن کردند۔ مدت حیاتش سی و سہ سال بود"[3]

مورخ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہرام مرزا عین جوانی میں لقمۂ اجل ہوا۔ تاہم اس کی یہ مختصر سی زندگی رزمی و بزمی کارناموں سے خالی نہ تھی۔ اس کی ابتدائی زندگی کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتی شاید ہی کسی مورخ نے یا تذکرہ نگار نے اس کی ابتدائی زندگی پر روشنی ڈالی ہو۔ اس کے ادبی ذوق اور شاعری سے لگاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ اسماعیل نے اس کی تعلیم و تربیت کی طرف ضرور توجہ دی ہوگی۔ اس کا ثبوت ہمیں بہرام مرزا کے بھائی سام مرزا کے تذکرے تحفہ سامی میں ملتا ہے۔ سام مرزا اپنے تذکرے میں قاضی شمس الدین معلم کے ذکر میں لکھتا ہے کہ قاضی موصوف سوائے اس کے اکثر شہزادوں کے استاد رہ چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہرام مرزا نے قاضی

---

[1] آتشکدہ ص۱۲۔ آذر کا بیان کہ القاص مرزا ۹۴۰ میں راہی ملک عدم ہوا مورخ حسن روملو کے بیان کی روشنی میں غلط معلوم ہوتا ہے۔ حسن روملو جو القاص مرزا کا ہم عصر تھا لکھتا ہے کہ القاص مرزا ۹۵۶ میں جاں بحق ہوا۔ دیکھو احسن التواریخ ص ۳۴۰ [2] آتش کدہ ص ۱۳
[3] احسن التواریخ ص۳۴۰۔

شمس الدین معلم سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ چنانچہ سام مرزا لکھتا ہے:

"و بعضی اوقات بتعلیم اکثر شاہزادگان سوای من اشتغال می نمود۔"[1]

سام مرزا مزید لکھتا ہے کہ بہرام مرزا کو خط نویسی اور نقاشی میں پوری مہارت حاصل تھی۔ تحفۂ سامی سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بہرام مرزا کو خطِ نستعلیق میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور شعر و معما میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ سام مرزا کے الفاظ یہ ہیں:

"در خط خطوط خصوصاً نستعلیق انگشت نما و در معمورۂ طراحی نہ شعر و معما بے قرینہ و بے ہمتا۔ چنانچہ سلمان گفت: بیت

ریاض خط تو ہمچوں بہشت خرم و خوش بنات شعر تو چوں خیر خیرات حسان"[2]

اس مختصر سی زندگی میں اس شہزادے نے فن موسیقی میں بھی مہارت حاصل کی تھی جس سے اس کے صاحبِ ذوق ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ بہرام مرزا قانون نامی ساز کو اچھی طرح بجاتا تھا غرض یہ شہزادہ بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ بڑا سام مرزا لکھتا ہے:

"و گاہی میل بفن موسیقی نمودہ و قانون استعداد او را بچنگ گرفتی و نوای عشاق بے نوا را در پردۂ بزرگی نہفتی۔"[3]

بہرام مرزا کو بلاشبہ فنونِ لطیفہ سے بے حد شوق تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے کئی اہلِ فن کو نوازا اور ان کی ہمت افزائی کی۔ بہرام کو قبل از وقت سلطنت کے امور میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹانا پڑا اور یہ کام اس نے نہایت وفاداری اور دیانت داری سے انجام دیا۔ کیوں کہ وہی ایک بھائی تھا جس نے شاہ طہماسپ کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہیں کیا ورنہ سام مرزا اور القاص مرزا کی بغاوتیں تاریخ کے اوراق مزین کئے ہوئے ہیں۔

۹۳۶ھ میں عبید خاں اوزبک نے خراسان پر حملہ کیا اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ شاہ طہماسپ خبر پاتے ہی لشکرِ جرار لے کر اس طرف روانہ ہوا۔ شاہی لشکر کی آمد کی خبر سن کر عبید خاں نے ہرات

[1] تحفۂ سامی ص ۱۰ [2] ایضاً ص ۹ [3] ایضاً

چھوڑ دیا اور بخارا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ شاہ طہماسپ چاہتا تھا کہ ہرات کو کسی اچھے اور لایق آدمی کے زیرِ نگرانی دے کر عراق کی جانب روانہ ہو جائے لہٰذا اس نے ہونہار بھائی بہرام مرزا کو ہرات کا گورنر بنایا اور غازی خاں تکلو کو اس کا سرپرست بنا کر خود ۱۶ ربیع الاول ۹۳۶ھ کو عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت بہرام مرزا کی عمر صرف ۱۳ سال کی تھی۔ صاحب احسن التواریخ کا بیان ہے:

"شاہ دین پناہ کوچ بر کوچ کردہ بہرات آمدہ بر تخت سلطنت نشست۔ حکومت آں دیار را ببرادر اعیانی خود بہرام مرزا داد غازی خاں تکلو را للۂ آنحضرت گردانیدہ در شانزدہ ربیع الاول لوائے عزیمت بصوب عراق برافراخت"[1]

ہرات سے بھاگ جانے کے بعد عبید خاں نے دوبارہ فوج جمع کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور ۹۳۷ھ میں اس نے دوبارہ ہرات کو گھیر لیا۔ بہرام مرزا نے جو اس وقت ۱۵ سال کا تھا بڑی ہمت اور دلیری سے کام لیا۔ ہرات کو گھیر لینے کے بعد عبید خاں نے تمام ذرائع آمد و رفت بند کر دئے اور اس طرح سے ہرات کے لوگوں کو اشیائے خوردنی سے محروم رکھا۔ یہی نہیں بلکہ پانی تک بند کر دیا۔ حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے غازی خاں نے لوگوں کو ہدایت دی کہ وہ ہرات چھوڑ کر چلے جائیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں شہر کا بیشتر حصہ ویران ہو کر رہ گیا۔ عبید خاں نے ایک قطعہ لکھ کر غازی خاں کے وزیر خواجہ امیر بیگ کے پاس روانہ کیا کیوں کہ خواجہ امیر بیگ بھی گرگِ جہاں دیدہ تھا لہٰذا اس کے جواب میں چند اشعار لکھ کر خان کے پاس بھیجے۔ اشعار حسب ذیل ہیں:

اے باد اگر براہلِ بخارا گذر کنی — زنہار عرضہ کن بر ایشاں پیام ما
د آنگہ بگو ز راہ کرم آں گروہ را — کای گشتہ کینہ خواہ شما خاص و عام ما
کلکِ غرور جہل شما کردہ است ثبت — در رقعۂ کہ بود دراں رقعہ نام ما
ای مدعی مگر تشنیدی کہ میرسد — شاہ ستارہ خیل سپہر احتشام ما
ما بندگان حضرت شاہیم ولایزال — ثبت است بر جریدۂ ہستی دوام ما

---

[1] احسن التواریخ ص ۲۳۳

از پرتو عنایت ہست آنچہ ہست سلکِ نظام سلسلۂ انتظام ما
باشد جواب دعوی خاقانی کہ کردہ بیتی کہ گفتہ حافظ شیریں کلام ما
چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں کاید بجلوہ سرد صنوبر خرام ما[1]

عبید خاں کے محاصرے کی وجہ سے غلہ کی اتنی کمی ہو چکی تھی کہ لوگ کتے اور بلی کا گوشت کھانے پر مجبور ہو گئے تھے اور یک بغیر عبید خاں کو بتائے شہر کے دروازے کے قریب جاکر خراب و خستہ گھوڑے بڑی بڑی قیمتیں لے کر بیچتے۔ بہرام مرزا کا اپنا بیان ہے کہ ایک روز وہ غازی خاں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے اس کے پاس آئے یہ لوگ ایک مرے ہوئے کتے کے لئے جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کہتا تھا کہ اس نے چند روز پیشتر اس کتے کو شمشیر ماری تھی جس کی وجہ سے کتا زخمی ہو کر دوسرے آدمی کے گھر میں گھُس گیا۔ اب وہ طالب کرنے پر دینے سے انکار کر رہا تھا دوسرے شخص نے کہا کہ کتا اس کی شمشیر کی زد سے مرا اس لئے وہ اس کی ملکیت ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے غازی خاں نے کتے کے دو ٹکڑے کئے اور ان میں تقسیم کر کے ان کے جھگڑے کو ختم کیا۔ حسن روملو اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے:

در بعضی از مردم محتاج بعوض گوشت از لحم گربہ و سگ بدل ما تحلیل میساختند و فوجی چرم کہنہ را جوشانیدہ میخوردند .... از بہرام مرزا منقولست کہ روزی با غازی خاں نشستہ بودند کہ دو آقای معتبر یکی تو قاچی و دیگری ترخان یکی گفت کہ چند روز است کہ سگی را شمشیر زدہ ام و سجانہ ایں مرد رفتہ بمن نمیدہد دری در جواب گفت ایں سگ زخم دار بود اما بیا فتادہ بود بر زخم من افتادہ بود غازی خاں برخاستہ سگ را دو پارہ کرد و ہر یک را پارۂ داد۔[2]

اسی اثنا میں شاہ طہماسپ لشکر جرار لے کر ہرات کی طرف بڑھا۔ یہ خبر پاتے ہی عبید خاں نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہرات کے واقعات کی وجہ سے شاہ طہماسپ غازی خاں سے بدظن ہو گیا۔ صاحب احسن التواریخ کا بیان ہے کہ جب شاہ طہماسپ شہر ہرات میں

---

[1] احسن التواریخ ص ۲۴۲ [2] ایضاً ص ۲۴۲

داخل ہوا تو اس نے غازی خاں اور اس کے ماتحت لوگوں کو سخت سزا دی مورخ مذکور کے بیان سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ غازی خاں نے ہرات کے لوگوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں اسی لئے اس نے ہرات میں اپنے دوسرے بھائی سام مرزا کو مقرر کیا اور آغزوار خاں شاملو کو اس کا سرپرست بنایا۔

شاہ طہماسپ کو ۹۴۰ھ میں سلطان سلیمان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سال سلطان سلیمان نے آذربائیجان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت حسین خاں۔ غازی خاں اور دیگر امرا نے جن کے دماغ میں بغاوت کا نشہ تھا بڑی بے پروائی برتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان سلیمان کی فوج کی ہمت بندھی لیکن بہرام مرزا نے ایسے نازک وقت پر اپنی جوانمردی اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ بہرام مرزا اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ پوری طاقت اور ہمت کے ساتھ لڑتا رہا اور اپنے بھائی کی عزت رکھ لی۔

بہرام مرزا نے گیلان کی لڑائی میں بھی جوانمردی دکھائی۔ ۹۴۳ھ میں شاہ طہماسپ خراسان پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا تھا اسی دوران میں والیٔ گیلان کی موت واقع ہوئی جس کی وجہ سے یہاں کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ شاہ طہماسپ نے عنانِ توجہ گیلان کی طرف منعطف کی اور بہرام مرزا کی سرکردگی میں ایک مسلح فوج دے کر اسے گیلان کی مہم پر روانہ کیا۔ لیکن شہزادہ ناکام رہا۔

۹۴۶ھ میں شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا کو کردستان کی مہم پر روانہ کیا۔ کردستان کے گورنر سلطان علی مسلح نے تاب نہ لا کر ہتھیار ڈال دیئے۔ بہرام مرزا نے شہر کو خوب لوٹا اور بیشتر مال غنیمت لے کر تبریز کی جانب روانہ ہوا۔

صفوی حکومت کو ازبکوں کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ صفوی سلاطین کا بیشتر وقت انھی لوگوں کے ساتھ لڑنے میں گذر گیا لہذا ۹۵۰ھ میں جب شاہ طہماسپ بستر علالت پر تھا ازبکوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ دین محمد خاں ازبک نے استرا باد پر حملہ کر دیا اس دفعہ بھی شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا کو اس مہم پر روانہ کیا۔ بہرام مرزا نے اپنی پوری کوششوں کے ساتھ دین محمد خاں کو پسپا کیا۔ اور صفوی حکومت کو ایک خطرۂ عظیم سے بچا لیا۔

علاوہ ازیں ہمایوں کا ایران میں پناہ گزیں ہونا بہرام مرزا کی زندگی کا اہم واقعہ ہے۔ ۹۵۱ھ

میں ہمایوں بے بس ولاچار ہو کر ہندوستان سے جان بچا کر نکلا۔ اور کئی دنوں کی مسافرت کے بعد وہ ہرات پہنچا۔ ہمایوں کی آمد سن کر شاہ طہماسپ نے خوشی کا اظہار کیا اور افسروں کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ وہ شاہ ہمایوں کا استقبال بہتر سے بہتر طریقے پر کریں۔ چوں کہ یہ فرمان بہت ہی لمبا ہے اس لئے قارئین حضرات رسالہ دانش اکتوبر ۱۹۵۰ء دیکھیں۔ تاہم ذیل کے چند اقتباسات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ شاہ طہماسپ نے اس کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ ذیل کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نے اعلان کیا تھا کہ جن افسروں تک یہ فرمان پہنچے ان کا فرض ہے کہ وہ ہمایوں کی خدمت کریں اور مہمان نوازی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں۔ اور ہزاروں قسم کے طعام اس کے سامنے پیش کریں:

"در بر ولایت کہ رسند ہمیں فرمان را بوالی آں ولایت نمودہ مقرر فرمایند کہ البتہ امیر را خدمت نمایند و مہمانی مہمان دستور بظہور آورند کہ مجموع طعام و حلویات و اشربہ بہ کمتر از یک ہزار و پانزدہ طبق نباشد۔"[1]

یہی نہیں بلکہ فرمان میں اس بات کی بھی تاکید تھی کہ ہمایوں کے نوکروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں اور انھیں آزردہ خاطر نہ ہونے دیں:۔

"و از ہیچ وجہی از وجوہ آزردگی بنوکراں آں پادشاہ نرسد"[2]

جب ہمایوں ہرات میں داخل ہوا تو سلطان حسین مرزا نے ہمایوں کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا۔ چند روز کے قیام کے بعد شاہ طہماسپ کی ملاقات کو نکلا۔ شاہ طہماسپ نے خود اپنے بھائیوں کو اس کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ اس کا استقبال کریں اور اسے شاہ کے نزدیک لائیں۔ چنانچہ بدر خاں، شاہ قلی خلیفہ وغیرہ کے ساتھ سام مرزا اور بہرام مرزا اس کے استقبال کے لئے بڑھے۔ جب ہمایوں قریب آیا تو، شاہ طہماسپ اپنے خیمہ سے نکل کر آگے بڑھا اور بقول حسن رو ملو اہل عالم نے قرانِ سعدین دیکھا:۔

"و چوں بیک فرسخی اردوی شاہ دین پناہ رسید بہرام مرزا و سام مرزا و قاضی جہاں و سوندک بیگ تورچی

---

[1] رسالہ دانش۔ اکتوبر ص ۸۰ [2] ایضاً

باشی و بدر خاں و شاہ قلی خلیفہ و سایر امرای عالی تبار باستقبال مبادرت نمودند ...... چوں قریب خلافت پناہ رسید از سمند خویش فرود آمدہ ببارگاہ توجہ نمود چوں پادشاہ ہمایوں مشاہدہ شاہ دیں پناہ گشت از درون خرگاہ کہ محل جلوس آں حضرت بود برخاستہ از پی تعظیم قدم چند پیش آمدہ و مفارنۂ نیرین واجتماع سعدین دست دادہ[1]

ہمایوں نامہ کا مصنف جوہر ہمایوں کا آفتابچی تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ بہرام مرزا نے ہمایوں کے استقبال میں نمایاں حصہ لیا۔ پہلے سام مرزا نے اپنے گھوڑے سے اتر کر ہمایوں کو گھوڑے سے اترنے میں مدد کی اور خدمت بجالایا۔ اس کے بعد بہرام مرزا نے خلعت شاہی شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ پروفیسر عبد الغنی مصنف "ہسٹری آف پرشین لینگوئج اینڈ لٹریچر ایٹ دی مغل کورٹ" سر جان مالکم کی تحریر کے اقتباس کا ترجمہ پیش کر کے لکھتے ہیں کہ سر جان مالکم نے شاہ ہمایوں کے استقبال کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے اور مزید یہ کہ تاریخ میں شاہ ایران کے شاندار استقبال اور مہماں نوازی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ملاحظہ ہو۔

"The reign of Shah Tahmasp owes much of its celebrity to the truly (Sir John Malcolm's great tribute.) royal and hospitable reception he gave to the Emperor Hoomayoon, when that monarch was forced to fly from India and take shelter in his dominions. The Persians have in all ages boasted of their hospitality in supporting the pretentions of his country to superiority over the others in the exercises of this national virtue; ... and we know no example of a distressed monarch being so royally welcomed, so generously treated, and so effectually

[1] احسن التواریخ ص ۳۰۹

relieved. All means of the kingdom were called forth to do honour to the royal guest; and they were as liberally furnished to replace him upon his throne. Tahmasp merited the praise which his conduct upon this occasion obtained him from distant nations"

(Misjudgement of Sir John) This is an exaggerated and to an extent erroneous account of the reception and the help given to Humayun. It is neither supported by reference to any historical source, nor its validity sufficiently tested. Persian writers also, especially of later date, express such views whic similarly are based on no historical date.

مصنف مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ فارسی مورخین نے خصوصاً بعد کے مورخوں نے بھی اس قسم کا بیان دیا ہے۔ جس میں حقیقت مفقود ہے۔ اپنے بیان کی تردید میں مصنف موصوف جوہر کا حوالہ دیتے ہیں جو ہمایوں کا آفتابچی تھا۔ جوہر کی تاریخ کا ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں کہ شاہ طہماسپ نے ہمایوں سے بے رخی برتی جس کی وجہ سے ہمایوں کو بہت رنج ہوا اور خود کو ملامت کی اور وہاں جانے پر پچھتاوے کا اظہار کیا۔ عبدالغنی صاحب نے واقعات کو خلط ملط کر دیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ شاہ طہماسپ نے ہمایوں کا استقبال نہیں کیا۔ یہ غلط ہے۔ بیان ہو چکا ہے کہ شاہ طہماسپ نے ہمایوں کے استقبال میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی بلکہ ایک فرمان اپنے افسروں کو روانہ کیا کہ وہ بہتر سے بہتر طریقہ پر اس کا استقبال کریں۔ اور مہمان نوازی میں شاہی طریقہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ فرمان کی روشنی میں مصنف موصوف کا بیان حقیقت سے دور ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمایوں کی مہمان نوازی اور استقبال کا ذکر کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے کیوں کہ حسن رو ملو صاحب احسن التواریخ جو اس وقت زندہ تھا اس واقعہ پر تسلی بخش روشنی ڈالتا ہے۔ بلکہ جوہر خود اس کا تذکرہ اپنی تصنیف ہمایوں نامہ میں کرتا ہے۔ اس شاندار استقبال کے بہت دنوں بعد شاہ طہماسپ

کی ناراضگی کا پتہ چلتا ہے جس کا ذکر اصلی مضمون سے تجاوز کرنے کے برابر ہے۔

بہر حال بہرام مرزا کے ذمہ بہت سے اہم کام تھے۔ جوہر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہرام مرزا نے شاہ ہمایوں کی خوب مہمان نوازی کی۔ بلکہ اپنے گھر میں بطور مہمان رکھا نیز یہ کہ بہرام کے یہاں ہمایوں نے اپنے بال بھی کٹوائے جو بہت بڑھ چکے تھے۔ جوہر کی تصنیف سے نیز معلوم ہوتا ہے کہ بہرام مرزا نے ہمایوں کے لئے گرم پانی کے غسل کا خاص انتظام بھی کیا تھا۔ چوں کہ ہمایوں شاہی مہمان تھا اس لئے بہرام مرزا نے مملکت کے مختلف شہروں کی اور تاریخی و دیگر اہم مقامات کی اس کو سیر کرائی۔

ہمایوں کے دورانِ قیام میں بہرام مرزا نے ایک نہایت اہم رول ادا کیا جو واقعی زریں حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ شاہ طہماسپ شیعہ تھا۔ ہمایوں کی آمد کے کچھ دن بعد اس نے چاہا کہ وہ ہمایوں کو بھی شیعہ بنالے چنانچہ اس نے ہمایوں کو اس خیال سے آگاہ کیا چوں کہ ہمایوں اپنے عقیدہ پر ثابت قدم تھا اس لئے اس نے کسی بھی قیمت پر شاہ کی التماس کو قبول نہیں کیا چنانچہ جوہر لکھتا ہے:

"حضرت شاہ گفتہ فرستادند کہ اگر در دینِ ما در آیند در تربیت می باشیم والا بہ تمامی اہل مذہب شمارا درین ہیزم آتش دادہ خواہیم سوخت حضرت پادشاہ گفتہ فرستادند کہ ما بدینِ خود قایم مقام ہستیم و مارا چنداں آرزوی پادشاہی ہم نیست و ہرچہ ہست بہ ارادہ خدائے عز و جل است دل خود را باو بستہ ایم۔"[1]

شاہ طہماسپ کے وکیل قاضی جہاں نے بھی ہمایوں کو سمجھایا کہ وہ عارضی طور پر شیعہ بن جائے تاکہ عتابِ شاہی سے محفوظ رہے۔ مگر ہمایوں نے اسے بھی گوارا نہیں کیا۔ بلکہ صاف انکار کر دیا۔ جوہر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں کے انکار سے شاہ طہماسپ خاموش نہیں ہوا بلکہ اس نے ہمایوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے بہرام مرزا سے مشورہ کیا۔ شاہ کے منہ سے

---

[1] بحوالہ غنی جلد دوم ص ۱۲۵

یہ الفاظ سن کر بہرام مرزا کے آنسو نکل پڑے کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مذہب کے بارے میں کسی سے اتنی سختی برتی جائے اور وہ بھی ایسے شخص کے ساتھ جو مصیبت کا مارا ان کے یہاں پناہ گزیں تھا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر عبدالغنی ایک اور غلطی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ شاہ طہماسپ نے اپنے لڑکے بہرام مرزا سے ہمایوں کے قتل کا مشورہ کیا۔ تمام مورخین اور تذکرہ نگار متفق الرائے ہیں کہ بہرام مرزا شاہ طہماسپ کا بھائی تھا لڑکا نہیں۔ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"Apart from this, Shah Tahmasp was all the time thinking to take Humayun's life which was saved only through a happy accident. The shah revealed his secrets to his son Behram Mirza. - - - -" [1]

بہرام مرزا اس کے سخت خلاف تھا کہ اپنے مہمان کے ساتھ یہ ظالمانہ حرکت کرے لہذا اس نے یہ قصہ اپنی بہن کے سامنے بیان کیا جسے یہ سن کر بہت صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے بھائی شاہ طہماسپ کو سمجھا کر ہمایوں کی جان بچائی۔ یہاں بھی عبدالغنی صاحب حقیقت سے متجاوز ہیں۔ اس واقعہ کو ایک خاص عنوان کے تحت لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہ طہماسپ کی لڑکی نے ہمایوں کی گلو خلاصی کی [2]

بہرام مرزا کے سیاسی کارنامے اس کی مختصر سی زندگی کے مقابلہ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سیاسی امور کے علاوہ یہ بات بھی گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہے کہ بہرام مرزا ادب اور شعر و شاعری کا بڑا دلدادہ تھا اور خود بھی شعر لکھتا تھا۔ چنانچہ سام مرزا تحفہ سامی میں اس کی ایک رباعی درج کرتا ہے جو حسب ذیل ہے:

افسوس کہ در خیال و خوابیم ہمہ　　در پردۂ ظلمت و حجابیم ہمہ
پیوستہ بفکر ناصوابیم ہمہ　　وز شومی نفس در عذابیم ہمہ [3]

[1] غنی ج دوم ص ۱۴۵ [2] ایضاً ص ۱۴۶ [3] تحفہ سامی ص ۱۰

ذیل کے اشعار بھی بہرام مرزا کے ہیں جنہیں لطف علی بیگ آذر نے اپنے مشہور عالم تذکرہ آتش کدہ میں نقل کئے ہیں:

بہرام دریں سراچہ پر شر و شور تا کی سجیاتِ خویش باشی مغرور
کردہ است دریں بادیۂ اجل در ہر قدمی ہزار بہرام گور[1]

ان اشعار سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ بہرام مرزا صوفی منش اور خدا ترس تھا اس کے لئے دنیا و مافیہا مثل سراب ہے۔ اس لئے ایک صوفی صافی کی طرح اس فانی زندگی کو اہمیت نہیں دیتا۔ اس کے ان اشعار سے اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ وہ راست روش اور راست گو تھا اور دنیاوی لذات سے متنفر تھا غالباً یہی چیز تھی جس نے کبھی اس کو اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ نہیں کیا ورنہ دوسرے بھائیوں کی طرح یہ بھی اگر بغاوت کر بیٹھتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی لیکن وہ دنیا سے متنفر تھا اور دنیاوی جاہ و عزت کو ہیچ سمجھتا تھا۔

بیان کیا جا چکا کہ بہرام مرزا علم دوست اور ادب پرست تھا اور خود شاعر بھی تھا۔ یہی نہیں بلکہ بڑا شاعر نواز تھا اور متعدد شعرا اس کی خدمت میں رہ کر دادِ سخن پاتے تھے۔ تاریخی سلطان اسی کے دربار کا شاعر تھا اور بیس سال تک اس کی خدمت میں رہا تھا۔ بہرام مرزا نے اسے خوب نوازا۔ تاریخی سلطان یاری سلطان کا لڑکا تھا۔ ابتدائے زندگی میں شاہ اسماعیل صفوی کے امیر کبک سلطان کی خدمت میں تھا یہاں سے نکل کر بہرام مرزا کی خدمت میں پہونچا۔

"تاریخی سلطان پسر یاری سلطان از ولایت شرز درست۔ در اوایل پیش کبک سلطان کہ یکی از امرائے معتبر صاحب قراں مغفور بود۔۔۔۔۔ الحال بیست سال شدہ کہ در خدمت شہزادہ بہرام مرزا می باشد"[2]

ذیل کا شعر اسی شاعر کا ہے:

لطف و احسان و کرم چونکہ بغایت دارم ہر چہ دارم از شاہ ولایت دارم[3]

ہلاکی ہمدانی بھی بہرام مرزا کا مداح تھا اور اس کی خدمت میں رہ کر دادِ سخن حاصل کرتا تھا

---

[1] آتش کدہ ص [2] تحفہ سامی ص ۱۸۴ [3] ایضاً

چنانچہ آذر اپنے تذکرہ میں یوں لکھتا ہے:

"ہلاکی در خدمتِ بہرام مرزا صفوی نشو و نمایافتہ با کثر فنونِ شعری مربوط"[1]

سام مرزا نے اس شاعر کے ذیل کے اشعار اپنے تذکرہ میں درج کئے ہیں:

۱۔ حاصل از عشقِ بتاں کردیم روئ زرد را　　غیر ازیں رنگی ز خوباں[2]

ہلاکی ہمدانی کے متعلق سام مرزا لکھتا ہے کہ اس کا کوئی مربی نہیں تھا اور اگر کوئی ہوتا تو وہ یقیناً ترقی کرتا۔ سام مرزا کا یہ بیان آذر کے درج شدہ بیان کے خلاف پڑتا ہے۔ سام مرزا کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"و در قابلیت او سخن نیست سخن در آنست کہ بے مربی است اگر او را مربی بودی گوئی تفوق از بسیاری ربودے"[3]

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ بہرام مرزا صاحبِ ذوق، ادب دوست اور شاعر نواز تھا۔ اس کا اثر اس کے لڑکے سلطان ابراہیم پر بھی پڑا اور بہت ممکن ہے کہ باپ کی بزم آرائیاں اور شاعر نوازیاں سلطان ابراہیم کا مطمح نظر بنی ہوں۔ سلطان ابراہیم نے چنانچہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی۔ اسے بھی شعر و شاعری سے لگاؤ تھا اور خود بھی شعر کہتا تھا اور جاہی تخلص کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اس کے گواہ ہیں:

۱۔ گفتی کہ چرا جاہی مسکیں شدہ خاموش　　زو پرس کہ شاید سخنی داشتہ باشد

۲۔ شنیدم کہ چشمِ تو دارد گزندی　　ہمانا کہ افتادہ بر درد مندی

۳۔ تا از سمنِ تو سنبل آمد بیروں　　صد نالہ ز من چو بلبل آمد بیروں

پیوستہ ز سبزہ گل بروں می آمد　　ایں طرفہ کہ سبزہ از گل آمد بیروں[4]

بہرام مرزا نے عین جوانی میں وفات پائی۔ حسن روملو اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ بہرام مرزا نے بروز جمعہ ۱۹ رمضان ۹۵۶ کو وفات پائی۔ مورخ مذکور جائے وفات کے متعلق خاموش ہے

---

[1] آتش کدہ ص ۲۷۳ [2] تحفہ سامی ص ۱۲۸ [3] ایضاً [4] آتش کدہ ص ۱۵

البتہ وہ لکھتا ہے کہ اس کی نعش مشہد مقدس میں لے جاکر سپردِ خاک کی گئی۔ مرتے وقت اس کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔ یہی مورخ رقمطراز ہے کہ اس نے تین لڑکے سلطان حسین مرزا، سلطان ابراہیم اور بدیع الزماں مرزا بطور یادگار چھوڑے:

"دریں سال (۹۵۶) بہرام مرزا برادر شاہ دین پناہ در جمعہ نوزدہم رمضان بجلد برین شتافت نعش اورا بمشہد مقدس بردند و در آنجا دفن کردند۔ مدت حیاتش سی و سہ سال بود از وی سہ پسر یادگار ماند سلطان حسین مرزا و سلطان ابراہیم و بدیع الزماں مرزا"[1]

سام مرزا اپنے تذکرہ میں اپنے بھائی کی موت پر زیادہ روشنی نہیں ڈالتا بلکہ صرف اتنا لکھتا ہے کہ وہ جوانمرگ مرا اور اس کے بعد چند اشعار نقل کرتا ہے۔ سام مرزا کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"افسوس کہ نہالِ قامت طوبیٰ مثالش در بہارِ زندگانی و عنفوانِ جوانی از شگوفۂ حیات بے بہرہ ماند و نخلِ بالا سدرہ انصالش با وجود سیرابی از سموم ہموم خشک شدہ و ثمرہ نویدی فشاند"

بیت:

دریغا کہ نخلِ بہارِ جوانی فرو ریخت از تند بادِ خزانی
دل یوسف عہد خونست گوئی ز نادیدنِ ابنِ یامین ثانی

---

[1] احسن التواریخ ص ۳۴۷ [2] تحفہ سامی ص ۹

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث علامہ ابن عبد البر کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ مترجم کتاب مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی اس دور کے بے مثال ادیب و مترجم سمجھے جاتے ہیں موصوف نے یہ ترجمہ حضرت مولانا ابو الکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا تھا جو ندوۃ المصنفین سے شائع کیا گیا ہے۔ علم اور فضیلت علم کے بیان، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے آج تک کوئی کتاب اس مرتبہ کی شائع نہیں ہوئی اس کتاب کی ایک ایک سطر سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہے۔ ایک زبردست محدث کی کتاب اور ملیح آبادی صاحب کا ترجمہ، موعظتوں اور نصیحتوں کے اس عظیم الشان دفتر کو ایک دفعہ ضرور پڑھیے۔ صفحات ۳۰۰ بڑی تقطیع قیمت چار روپے آٹھ آنے، مجلد پانچ روپے آٹھ آنے۔